مانند ہو جو اوپر سے تو خوبصورت دکھائی دیتی ہیں مگر اندر مردوں کی ہڈیوں اور ہر طرح کی نجاست سے بھری ہیں۔ اسی طرح تم بھی ظاہر میں تو لوگوں کو راستباز دکھائی دیتے ہو مگر باطن میں ریاکاری اور بے دینی سے بھرے ہوئے ہو" (متی ۲۳: ۲ - ۲۸)

یہ اُس وقت کے حاملانِ شریعت کا حال تھا۔ وہ علم رکھنے کے باوجود محض بندگی نفس کی وجہ سے آپ بھی گمراہ تھے اور عام لوگوں کو بھی گمراہ کر رہے تھے اور اس انقلاب کے راستہ میں رومی قیاصرہ سے بڑھ کر وہی حائل تھے۔

"اُس وقت فریسیوں نے جا کر مشورہ کیا کہ اسے کیونکر باتوں میں پھنسائیں۔ پس انہوں نے اپنے شاگردوں کو ہیرودیوں[۱] کے ساتھ اسکے پاس بھیجا اور انہوں نے (یعنی شاگردوں) نے کہا کہ اے استاد! ہم جانتے ہیں کہ تو سچا ہے اور سچائی سے خدا کی راہ کی تعلیم دیتا ہے اور کسی کی پروا نہیں کرتا ... ہمیں بتا تو کیا سمجھتا ہے قیصر کو جزیہ دینا روا ہے یا نہیں؟ یسوع نے انکی شرارت جان کر کہا اے ریاکارو! مجھے کیوں آزماتے ہو؟ جزیہ کا سکہ مجھے دکھاؤ۔ وہ ایک دینار اسکے پاس لے آئے۔ اس نے ان سے کہا یہ صورت اور نام کس کا ہے؟ انہوں نے کہا قیصر کا۔ اس پر اس نے کہا پس جو قیصر کا ہے قیصر کو اور جو خدا کا ہے خدا کو ادا کرو" (متی ۲۲: ۱۵ - ۲۱)

اس قصہ سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ دراصل ایک چال تھی۔ فریسی اس تحریک کو ختم کرنے کے لیے چاہتے تھے کہ حضرت مسیح کا قبل از وقت حکومت سے تصادم کرا دیا جائے اور تحریک کے جڑ پکڑنے سے پہلے حکومت کے زور سے اسکو کچلوا ڈالا جائے۔ اسی لیے ہیرودی ریاست کی سی آئی ڈی کے سامنے

[۱] مسیح علیہ السلام کے زمانہ میں فلسطین کے ایک حصہ میں ہندوستان کی دیسی ریاستوں کی طرح ایک یہودی ریاست قائم تھی جو سلطنت روم کی تابع فرمان تھی۔ اسکے بانی ہیرود کے نام پر اسکو عموماً ہیرودی ریاست کہتے تھے۔ ہیرودیوں سے مراد اس ریاست کی پولیس یا سی آئی ڈی کے آدمی ہیں۔

سوال اٹھایا گیا کہ قیصر کو ٹیکس دیا جائے یا نہیں۔ جواب میں حضرت مسیح نے جو ذومعنی بات کہی اسکو دو ہزار برس سے مسیحی اور غیر مسیحی سب اس معنی میں لے رہے ہیں کہ عبادت خدا کی کرو اور اطاعت ہر اُس حکومت کی کرتے رہو جو تمہارے زمانے میں موجود ہو۔ لیکن دراصل مسیح علیہ السلام نے نہ تو یہ فرمایا کہ قیصر کو ٹیکس دینا روا ہے، کیونکہ ایسا کہنا اُنکی دعوت کے خلاف تھا، اور نہ یہ فرمایا کہ اسے ٹیکس نہ دیا جائے کیونکہ اس وقت تک اُن کی تحریک اس مرحلہ پر نہیں پہنچی تھی کہ ٹیکس روکنے کا حکم دیا جاتا، اسلیے انہوں نے یہ لطیف بات کہہ دی کہ قیصر کا نام اور اس کی صورت تو قیصر ہی کو واپس کر دو، اور سونا جو خدا نے پیدا کیا ہے وہ خدا کی راہ میں صرف کرو۔

اس سازش میں ناکام ہونے کے بعد فریسیوں نے خود مسیح کے حواریوں میں سے ایک کو رشوت دے کر اس بات پر آمادہ کیا کہ وہ کسی ایسے موقع پر مسیح کو گرفتار کرائے جبکہ عام بلوے کا خطرہ نہ ہو۔ چنانچہ یہ تدبیر کارگر ہوئی اور یہوداہ اسکریوتی نے مسیح کو پکڑوا دیا۔

"پھر ان کی ساری جماعت اٹھ کر اسے پیلاطس (رومی حاکم) کے پاس لے گئی اور انہوں نے اس پر الزام لگانا شروع کیا کہ اسے ہم نے اپنی قوم کو بہکاتے اور قیصر کو خراج دینے سے منع کرتے اور اپنے آپ کو مسیح بادشاہ کہتے پایا۔ ..... پیلاطس نے سردار کاہنوں اور عام لوگوں سے کہا کہ میں اس شخص میں کچھ قصور نہیں پاتا۔ مگر وہ اور بھی زور دے کر کہنے لگے کہ یہ تمام یہودیہ میں بلکہ گلیل سے لیکر یہاں تک لوگوں کو سکھا سکھا کر ابھارتا ہے .... وہ چلّا چلّا کر سر ہوتے رہے کہ اسے صلیب دی جائے اور ان کا چلّانا کارگر ہوا" (لوقا ۲۳ : ۱-۲۳)

اس طرح دنیا میں مسیح علیہ السلام کا مشن اُن لوگوں کی بدولت ختم ہوا جو اپنے آپ کو

حضرت موسیٰ کا وارث ہکیتے تھے۔ تاریخی شواہد کی رو سے حضرت مسیح کی نبوت کا کل زمانہ ڈیڑھ سال اور تین سال کے درمیان رہا ہے۔ اس مختصر مدت میں انہوں نے اتنا ہی کام کیا جتنا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی مکی زندگی کے ابتدائی دو تین سال میں کیا تھا۔ اگر کوئی شخص انجیل کی مذکورۂ بالا عبارات کا مقابلہ قرآن مجید کی مکی سورتوں اور زمانۂ قیام مکہ کی احادیث سے کرے گا تو دونوں میں بڑی مماثلت پائیگا۔

جماعتِ اسلامی کی تشکیل

جو کچھ عرض کیا جا چکا ہے اُس سے تین حقیقتیں پوری طرح واضح ہو جاتی ہیں:

ایک یہ کہ اسلام کا مقصد زندگی کے فاسد نظام کو بالکل بنیادی طور پر بدل دینا ہے،

دوسرے یہ کہ یہ کلی و اساسی تغیر صرف اُسی طریق پر ممکن ہے جو انبیاء علیہم السلام نے اختیار کیا تھا،

تیسرے یہ کہ مسلمانوں میں اب تک جو کچھ ہوتا رہا ہے اور جو کچھ اب ہو رہا ہے وہ نہ اس مقصد کے لیے ہے اور نہ اس طریقہ پر ہے۔

اس توضیح کے بعد بلا کسی تمہید کے یہ کہا جا سکتا ہے کہ اب ایک ایسی جماعت کی ضرورت ہے جو صحیح معنوں میں "جماعتِ اسلامی" ہو اور اسلامی نصب العین کے لیے اسلامی طریق پر کام کرے۔

ایسی ایک جماعت کی تشکیل کس طرح ہو اور اُس کا ابتدائی پروگرام کیا ہو؟ ان دونوں سوالات پر بھی میں گزشتہ صفحات میں کافی روشنی ڈال چکا ہوں۔ خصوصاً میرا مضمون "اسلامی حکومت کس طرح قائم ہوتی ہے" تو انہی دو سوالوں کے جواب پر مشتمل ہے۔ لیکن عام طور پر دماغ اِن چیزوں سے اس قدر اجنبی

ہو چکے ہیں کہ سب کچھ سننے کے بعد کہتے ہیں "پروگرام لاؤ" گویا جو کچھ کہا گیا ہے اُس میں تو کوئی پروگرام تھا ہی نہیں ۔ اسلیے یہاں جماعتِ اسلامی کے طریق تشکیل کو پوری طرح کھول کر دفعہ وار بیان کیا جاتا ہے ۔ اسکے بعد اگر موجودہ پارٹیوں میں سے کوئی پارٹی اپنے دستور العمل اور پروگرام کو اس نقشہ کے مطابق تبدیل کرے تو نہایت خوشی کی بات ہوگی، ورنہ ایک نئی جماعت بنانے کے سوا کوئی چارہ نہیں:

(۱) جماعت اسلامی میں کوئی شخص محض اس مفروضہ پر شامل نہیں ہو سکتا کہ جب وہ مسلمان گھر میں پیدا ہوا ہے اور اس کا نام مسلمانوں کا سا ہے تو ضرور مسلمان ہوگا۔ اسی طرح کوئی شخص کلمۂ طیبہ کے الفاظ کو بے سمجھ بوجھے محض زبان سے ادا کر کے بھی اس جماعت میں نہیں آسکتا۔ اس دائرے میں آنے کے لیے شرط لازم یہ ہے کہ آدمی کو کلمۂ طیبہ کے معنی و مفہوم کا علم ہو، وہ جانتا ہو کہ اس کلمہ میں نفی کس چیز کی ہے اور اثبات کس چیز کا، اور اس نفی و اثبات کی شہادت دینے سے اُس پر کیا ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں، اور یہ شہادت اُسکے طرز خیال و طرز زندگی میں کس قسم کے تغیر کا تقاضا کرتی ہے۔ یہ سب کچھ جاننے اور سمجھنے کے بعد جو شخص اشہد ان لا الٰہ الا اللہ و اشہد ان محمداً رسول اللہ کہنے کی جرأت کرے صرف وہی جماعت اسلامی میں داخل ہو سکتا ہے، خواہ وہ پیدائشی غیر مسلم ہو اور ابتداءً یہ شہادت ادا کرے، یا پیدائشی مسلمان ہو اور از سرِ نو ایمان لائے۔

پیدائشی مسلمانوں کے کسی بڑے مجمع میں جوشیلی تقریر کے بعد لوگوں سے شہادت کا مطالبہ کرنا صحیح طریقہ نہیں ہے، کیونکہ دین آبائی سے جو روایتی دلچسپی اُنکے اندر موجود ہے اسکی بنا پر وہ کسی احساس ذمہ داری کے بغیر بلا تامل کلمہ پڑھ دینگے۔ صحیح طریقہ یہ ہے کہ فرداً فرداً اُنکے سامنے کلمہ کے مفہوم کو اسکی ذمہ داریوں اور مقتضیات کے ساتھ پیش کیا جائے، اور جب وہ سوچ سمجھ کر شہادت ادا کریں تب انہیں جماعت میں داخل کیا جائے۔

کلمۂ شہادت کے سوا اس جماعت میں داخل ہونے کے لیے کوئی داخلہ کی فیس یا رکنیت کی فیس نہیں ہے۔

(۲) ادائے شہادت کے بعد فوری تغیر جو ایک شخص کو اپنی زندگی میں کرنا ہوگا وہ یہ ہے :

(الف) فرائض کو اُنکی شرعی پابندیوں کے ساتھ ادا کرے،

(ب) کبائر سے اجتناب کرے اور اگر نادانستہ کسی کبیرہ کا مرتکب ہو جائے تو اس سے توبہ کرے،

(ج) اگر وہ کوئی ایسا ذریعۂ معاش رکھتا ہو جو معصیت فاحشہ کی تعریف میں آتا ہے، مثلاً سود، شراب، زنا، رقص و سرود، شہادت زور، رشوت، خیانت، قمار، قتال فی غیر سبیل اللہ وغیرہ تو اسکو ترک کر دے بلا اس لحاظ کے کہ اسکے ترک کرنے میں کتنا ہی نقصان ہو، اور اگر اسکی معاش میں ان وسائل کا کوئی حصہ ہو تو وہ اس حصہ سے اپنی معیشت کو پاک کرے،

(د) اگر اسکے قبضہ میں ایسا مال (یا جائداد) ہو جو حرام طریقہ سے آیا ہو یا جس میں حق داروں کے تلف کردہ حقوق شامل ہوں تو اس سے فوراً دست بردار ہو جائے اور اہلِ حقوق کو انکے حق پہنچا دے،

(ھ) اگر وہ کسی مجلسِ قانون ساز کا رُکن ہو تو اس سے مستعفی ہو جائے کیونکہ قانون سازی صرف خدا کا منصب ہے اور انسان کا قانون ساز بننا خدائی کے دعوے کو متضمن ہے۔

(و) اگر وہ کسی غیر الٰہی نظام کی طرف سے خطاب رکھتا ہو تو اسکو واپس کرے اور اُن وفاداریوں اور نیازمندیوں سے باز آئے جنکی بدولت اس نے خطاب پایا تھا، یا جنکو اب خطاب یافتہ ہونے کی وجہ سے نباہنا پڑتا ہے۔

(ز) کسی غیر الٰہی نظام عدالت میں اپنا مقدمہ نہ لے جائے خواہ اس پابندی سے اسکو کتنا ہی ضرر پہنچتا ہو (البتہ اگر کوئی دوسرا شخص اسکو کسی مقدمہ میں گھسیٹ لے تو جائز طریقہ سے اپنی مدافعت کر سکتا ہے نہ اس حیثیت سے کہ یہ نظام عدالت برحق ہے بلکہ اس حیثیت سے کہ جب مدعی اس پر حملہ آور ہوا ہے تو اسے دفع کرنا ہے)

یہ تغیرات جس شخص کی زندگی میں فوراً رونما نہ ہوں اسکے متعلق یہ سمجھا جائیگا کہ وہ کلمۂ شہادت ادا کرنے میں صادق نہ تھا اور اس بنا پر وہ جماعت میں نہ لیا جائیگا یا لیا جا چکا ہے تو خارج کیا جائیگا۔

(۳) ادائے شہادت کے بعد بتدریج جو تغیرات ہر شخص کو اپنی زندگی میں کرنے ہونگے وہ یہ ہیں:

(الف) دین کا کم از کم اتنا علم حاصل کر لینا کہ اسلام اور جاہلیت کا فرق معلوم ہو اور حدود اللہ سے واقفیت حاصل ہو جائے (ب) تمام معاملات میں اپنے نقطۂ نظر، طرزِ خیال اور طرزِ عمل کو ہدایت الٰہی کے مطابق ڈھالنا، اپنی زندگی کے مقصد، اپنی پسند اور قدر کے معیار، اور اپنی وفاداریوں کے محور کو تبدیل کر کے رضائے الٰہی کے موافق بنانا، اور اپنی خودسری و نفس پرستی کے بت کو توڑ کر تابع امرِ رب بن جانا (ج) اُن تمام رسوم جاہلیت سے اپنی زندگی کو پاک کرنا جو کتاب اللہ و سنت رسول اللہ کے خلاف ہوں، (د) تمام اُن تعصبات اور دلچسپیوں سے اپنے قلب کو، اور اُن مشاغل اور جھگڑوں اور بحثوں سے اپنی زندگی کو پاک کرنا جنکی بنا نفسانیت یا دنیا پرستی پر ہو اور جنکی کوئی اہمیت دین میں نہ ہو (ھ) فاسقین و فجار اور خدا سے غافل لوگوں سے ربط و تعلق توڑنا اور صالحین سے ربط قائم کرنا، (و) اُن تمام اداروں سے تعلق منقطع کرنا جو جاہلیت کی خدمت کرتے ہوں اور جنکا مقصد حاکمیت رب العالمین کے قیام و اثبات کے سوا کچھ اور ہو، (ایسے اداروں کے ساتھ وقتی ضروریات کے لحاظ سے تعاون یا صلح و موادعت کے معاملات کیے جا سکتے ہیں، مگر یہ افراد کا کام نہیں جماعت کا کام ہے۔ کوئی مسلمان انفرادی طور پر ایسے کسی ادارے کا جزء نہیں بن سکتا) (ز) اپنے معاملات کو راستی، عدل، خدا ترسی، اور بے لاگ حق پرستی پر قائم کرنا، (ح) اپنی دوڑ دھوپ اور سعی و جہد کو قیامِ دینِ حق کے نصب العین پر مرتکز کر دینا اور اپنی ضروریات زندگی کے ماسوا اُن تمام مصروفیتوں سے دست کش ہو جانا جو اس نصب العین کی طرف نہ لے جاتی ہوں۔

ضروری نہیں کہ یہ تغیرات تمام اشخاص میں کمال درجہ پر ہوں، مگر ہر شخص کو اس باب میں اپنی تکمیل کی کوشش کرنی ہوگی کیونکہ انہی تغیرات کے اعتبار سے ناقص یا کامل ہونے پر جماعت اسلامی میں آدمی کے مرتبے کا تعین ہوگا۔

(۴) جو لوگ غیر الٰہی نظام حکومت کو چلانے میں آلہ کی حیثیت سے کام کرتے ہیں یا غیر الٰہی قانون کے اجراء میں مددگار بنتے ہیں انکی تین حیثیتیں ہیں:

اگر وہ اپنے اس کام پر خوش اور مطمئن ہیں اور اپنے اس کسب کو حلال و طیب سمجھتے ہیں اور اسی راہ میں ترقی